جلد04، شمارہ01، جون2023

نثار عزیز بٹ کے ناول "نگری نگری پھرا مسافر" میں معاشرتی مسائل کا تنقیدی جائزہ

A critical review of social issues in Nisar Aziz Butt's novel "Nagri Nigri Phira Musafar"

ڈاکٹر صائمہ اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

زکریا عارف

اسکالر ایم فل شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

محمد سعد

لیکچرار، شعبہ اردو لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

Dr.Saima Iqbal

Assistant Professor,department of Urdu,Government college University Faisalabad

Zikrea Arif

M.Phil scholar, , department of Urdu,Government college University Faisalabad

Muhammad Saad

Lecturer,Department Urdu,Lahore Leads University,Lahore

Abstract: The main feture of the novel "Nagri Nagri Phera Musafar" is that the novel is also a reflection of the society conditionsof its era and its critic, and the novelist, s view of life is also reflected in it. In this sense , this novel by Nisar Aziz Butt serves as a reflection and criticism of the society.The writer has depicted the environment while remaining close to the reality, including the merits and demerits. The role model of the novel teaches coping with social situations.Instead of imitating or supporting every good or bad thing, it encourage you to be able to make your own decision by keeping the eyes of yours consciousness open.This article show the environment problems in novel "Nagri Nagri Phera Musafar".

Key words: environment problems, religious issues, conclusion

p ISSN: 2789-4169

e ISSN :2789-6331

Received: 31-5-2023

Accepted:

Online:

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

نثار عزیز بٹ نے ۹ جنوری 1927ء کو ضلع مردان کے ایک سادات گھرانے میں آنکھ کھولی۔ والد کا نام میاں عبدالعزیز تھا۔ ان کا تعلق کاکا خیل خاندان سے ہے جس کا نسب امام جعفر صادق علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ ان کی والدہ سیالکوٹ کے ایک شیخ خاندان سے ہیں جب کہ ان کی نانی اماں کابل سے آئیں۔ اسی وجہ سے وہ بہت سی زبانیں بول سکتی تھیں جیسے کہ پشتو، پنجابی، ہندکو، فارسی وغیرہ۔ اس کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں پر عبور رکھتی تھیں۔

> "جہاں تک ان کی اُردو زبان کا تعلق ہے تو وہ بہتر طور پر یہ دعویٰ کر سکتی ہیں کہ چونکہ وہ ایک اردو مصنف دادا کی پوتی ہیں جو ایک صوفی بھی تھے اور جنہوں نے "علاج القلب" کے نام سے کتاب لکھی"۔[1]

ان کا پہلا ناول "نگری نگری پھرا مسافر" 1955ء میں مکتبۂ اُردو نے چھاپا۔ ان کا دوسرا ناول جو کہ تقسیم ہند کے پس منظر میں لکھا گیا "نَے چراغ نَے گُلے" 1973ء میں احمر اشعر پبلشرز نے شائع کیا۔ ان کا تیسرا ناول "کاروانِ وجود" 1980ء میں احمر اشعر پبلشرز ہی سے شاعت کیا گیا۔ چوتھا ناول "دریا کے سنگ" 1986ء میں سنگ میل پبلشرز کے زیرِ اہتمام اشاعت پذیر ہوا۔ پانچویں کتاب "گئے دنوں کا سراغ" جو کہ ایک خود نوشت سوانح عمری ہے وہ سنگ میل پبلی کیشنز ہی کے توسط سے منظرِ عام پر اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔[2]

ناولوں کے علاوہ انہوں نے اپنی تحریروں کا آغاز افسانوں سے کیا اور بہت سے تنقیدی مضامین بھی لکھے جو کہ وقتاً فوقتاً مختلف ادبی مجلوں میں چھپتے رہے اور اخبارات کی بھی زینت بنے۔ انہوں نے روزنامہ "ڈان" کراچی میں باقاعدہ ایک انگریزی کالم "لٹریری سین" بھی لکھا جو کہ نو سال تک جاری رہا۔ یہ کالم زیادہ تر ثقافتی، ادبی اور تہذیبی نوعیت کا حامل رہا۔ ادا جعفری اپنی سوانح عمری میں نثار عزیز کے حوالے سے ایک جگہ کچھ اس طرح سے رقم طراز ہیں:

''نثار ایک ایسی جیتی جاگتی کتاب ہے جسے پڑھنا آسان بھی ہے اور دشوار بھی۔ نثار بیک وقت دو علاقوں میں رہتی ہیں۔ ایک میں دوستوں کی خوشیاں بانٹتی ہیں، رشتہ داروں کے دکھ درد سمیٹتی ہیں اور دوسرا کتابوں کا علاقہ ہے جہاں وہ خود توانائی اور آسودگی حاصل کرتی ہیں۔ زندگی کے تمام بکھیڑوں اور الجھاؤں سے دامن بچائے یا منہ موڑے بغیر نثار ہمیشہ کتابوں میں کھوئی ملتی ہے۔ لگتا ہے وہ صرف ادب ہی تخلیق نہیں کرتیں۔ انہوں نے اپنے لیے ایک روشن تر، حسین تر دنیا بھی تخلیق کر لی ہے۔''(3)

ادا جعفری نثار عزیز کی شخصیت کا اس قدر باریک بینی مشاہدہ کیا کہ ان کی شخصیت کی سب سے زیادہ شناسا دکھائی دیتی ہیں کیونکہ ادا جعفری کے درج بالا بیان کی تائید خود نثار عزیز بٹ بھی اپنی سوانح عمری میں کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی شخصیت کے ایک اور پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نور الحسن جعفر رقم طراز ہیں:

''وہ اپنے اوپر بھی ہنس لیتی ہیں اور یہ بڑی بات ہے۔''(4)

کسی شخص کا اپنی ذات پر ہنسنا صحت مندی اور اعلیٰ دماغ کی حامل ہونے کی نشانی ہے۔ نثار عزیز بٹ چونکہ اپنی دنیا میں مگن رہنے والی ہیں اور لوگوں سے معاشرتی تعلقات میں اتنی سرگرم عمل نہیں لیکن اس کے باوجود وہ جن لوگوں سے ملتی ہیں تو نہایت خلوص اور محبت سے ملتی ہیں۔ نور الحسن جعفری اسی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اس کا حلقہ احباب مختصر ہے۔ وہ کم آمیز ہے لیکن جن لوگوں سے ملتی ہے تو ٹوٹ کر ملتی ہے۔''(5)

یہ بیان نثار عزیز کی انسان دوستی، محبت اور ملنساری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ آراء نثار عزیز بٹ کے ادبی معاصرین اور ناقدین کی ہیں جنہوں نے اپنی دانست اور اپنے تاثرات کی روشنی میں ان کی شخصیت کو بیان کیا ہے۔ ان

کے گھر کے ایک اہم فرد جو کہ رشتے میں ان کے بھائی ہیں، ان سے ایک گفتگو کے دوران ان کی شخصیت اور فن کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کے بھائی سر تاج عزیز کچھ یوں گویا ہوتے ہیں:

> "جہاں تک ان کے فن یا ناول نگاری کا تعلق ہے مجھے ادب کی اتنی پرکھ تو نہیں تاہم میں نے ان کے جتنے بھی ناول پڑھے ہیں میں ان کی علمیت اور زندگی میں اپروچ کا ضرور قائل ہوا ہوں۔ اپنی تمام تر ادبی مصروفیات کے باوجود انہوں نے گھریلو ذمہ داریوں سے کبھی بھی اغماض نہیں برتا۔ گویا توازن اور سلیقے کے ساتھ زندگی گزارنا ان کی شخصیت کا بنیادی خاصہ ہے۔"(6)

ادب میں ان کا نقطہ نظر بنانے میں جہاں ٹالسٹائی کی تخلیقات کا ہاتھ ہے وہیں پر اسپنگلر اور راجر گرودی نے ان کو بہت زیادہ متاثر کیا اور زندگی اور ادب کے حوالے سے ان کی نظریہ سازی کی۔ ناول بنیادی طور پر تخلیق سے آگہی کا سفر ہے جس میں زندگی اپنی تمام تر جہتوں اور تصورات کے ساتھ اپنے آپ کو منوانے کے لیے کوشاں ہے۔ نثار عزیز بٹ کا پہلا ناول "نگری نگری پھرا مسافر" افگار کی داستان ہے۔ جو بچپن سے حد درجہ جذباتی ہے۔ وہ منصور کی پرستش کرتی ہے لیکن جب منصور افلاطونی محبت کی بلندیوں سے لڑھک کر جسمانی محبت کا قائل ہو جاتا ہے۔ تو افگار کی محبت چپکے سے ختم ہو جاتی ہے۔ مسافر یکا یک اپنے آپ کو ویرانی میں پاتا ہے اور ایک بار پھر زندگی کا سفر شروع ہو جاتا ہے یہ سفر ناول کے آخری صفحے تک جاری ہے۔

افگار کی زندگی کا سفر دو محاذوں پر جاری و ساری دکھایا گیا ہے۔ داخلی محاذ پر وہ خود اپنے آپ سے بر سر پیکار ہے اور خارجی محاذ پر بھی وہ کسی کے آگے سر جھکانے کو تیار نہیں۔ یہ وہ سفر ہے جو زندگی کے آخری سانس تک جاری رہے گا۔ یہاں سفر کوئی منزل نہیں تراشتا بلکہ خود ہی منزلِ مقصود بن جاتا ہے۔ افگار بچپن کی محرومیوں کا شکار۔۔۔ وہ لڑکی ہے۔ جسے تقدیر نے مایوس حالات کے بھنور میں لا پھینکا ہے۔ قدرت نے اسے زبردست حساس ذہن عطا کیا ہے۔ وہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا ہے۔ مختلف قوتیں اس کی شخصیت کی توڑ پھوڑ کے لیے اسے اپنے حصار میں لینے کی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن وہ اس چیلنج کا حوصلہ مندی کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے۔

نعیم کے بارے میں افگار کی رائے یہ ہے کہ عام سا ہے مغرور لگتا ہے اور خاموش رہتا ہے۔ اسی سے ملتی جلتی رائے افگار عابد کے بارے میں رکھتی ہے۔ اس لیے وہ عابد کو بھی مسترد کرتی ہے۔ غرض یہ کے اس کردار میں مفاہمت کا کوئی پہلو نہیں زندگی جیسے کہ ہے وہ قبول نہیں کرتیں۔ البتہ جب وہ گھٹن کا شکار ہوتی ہے تو ماحول کے بدلنے کو ترجیح دیتی ہے اور ملک چھوڑ جاتی ہے جو کہ آدرشی ذات کی فراریت پسندی کا اشارہ ہے۔ ہو سکتا ہے اس فراریت میں اسے سکون کے لمحات میسر آنے کی امید ہو ویسے بھی وہ سکون، امن اور پناہ کی خواہشات رکھتی ہے، جو ازلی ہے۔

مصنفہ کے اپنے خیال میں ان کے لکھے ہوئے تمام ناولوں کا بنیادی خیال جدید قدیم کا تضاد اور جدت و روایت کی کشمکش ہے۔ "افگار" اپنے فوق البشر آئیڈیل کے سحر میں اس قدر گرفتار ہے کہ وہ اسے تخیلی بت کو ہلکی سی ٹھیس بھی نہیں پہنچا سکتی۔ وہ اپنے حالات سے سمجھوتا کرنے کی لچک سے عاری ہے۔ مرکزی کردار "افگار" کا یہ بے لچک رویہ ترقی پسند نظریہ کے خلاف بغاوت ہے۔ اس کا جامد اور بے جان روایات سے چمٹے رہنا معاشرے کے لیے صحت مند پیش خیمہ نہیں۔ یہ ناول دراصل ایک حساس اور جذباتی لڑکی کے باطنی تخیل ارتقاء اور اس کی زندگی کے اتار چڑھاؤ کو پیش کرتا ہے۔ ناول کے مرکزی خیال کے بارے میں محقق اور نقاد میرزا ادیب اپنے ٹھوس لہجے میں حتمی انداز بیان کرتے ہیں:

> "تو یہ ناول ایک قسم کا سفر نامہ ہے۔ ایک آدرشی مسافر کا جو من کے اندر اور باہر دونوں نگریوں کا سفر کرتا ہے اور اپنے آدرش کی دھن میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔"(7)

اس ناول میں نوجوان لڑکی کی اپنے آئیڈیل کی تلاش کی کہانی ہے۔ یہ نمائندہ کردار ہمیں بتاتا ہے نوجوان لڑکیاں کس کس طرح کی ذہنی اور نفسیاتی مسائل کا شکار ہوتی ہیں۔ معروف ناقد محمد حسن عسکری نے ناول کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

> "نثار عزیز صاحبہ نے اس ناول میں نوجوان لڑکیوں کی ذہنی جذباتی اور رومانی مسائل کی

نشاندہی کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ پڑھنے والے کی دلچسپی قائم رکھنے میں کامیاب ہوئیں ہیں۔"(8)

ناول "افگار" کی پرورش کے تصفیہ سے شروع ہوتا ہے جس کے والدین دس ماہ کی نومولود کو چھوڑ کر ہیضہ کی بیماری سے وفات پاگئے، جس کے بعد وہ نانی کے پاس رہی، پانچ سال کی ہوئی تو نانی بھی وفات پاگئی۔

"افگار اپنے والدین کو اتنا عرصہ ہوا کھو چکی تھی۔۔وہ ابھی شادی اور ایک دوسرے کے عمر بھر کے ساتھ کی خوشی سے پوری طرح ہوش میں بھی نہیں آئے تھے کہ ہیضے کی لپیٹ میں آگئے اور نو دس مہینوں کی افگار نانی کے حوالے کر دی گئی۔"(9)

یوں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر نامہ نما ناول افگار کے سفر کی کہانی ہے اور یہ سفر کوئی تفریحی سفر نہیں بلکہ جبری سفر ہے۔

مصنفہ نے اعلیٰ ادبی ذوق سے ناول کے نام کا انتخاب کیا اور ناول کی کہانی میں کہیں بھی اپنے موضوع کی مرکزیت کو نظر انداز نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ناول کے مندرجات انتہائی فلسفیانہ ہونے کے باوجود مصنوعی نہیں بلکہ فطری محسوس ہوتے ہیں۔ "افگار" جو نثار عزیز بٹ کا پسندیدہ کردار ہے۔ منصور سے پرستش کی حد تک محبت کرنے کے باوجود اپنے آدرش کی وجہ سے اس محبت کو قائم نہیں رکھ پاتی۔ اس سیماب مزاجی کی بنیاد پر یہ کردار اپنی سفر کو کبھی بھی اختتام پذیر کر کے منزل تک نہیں پہنچ پاتا بلکہ ناول کے آخری صفحہ تک اس کا سفر جاری و ساری دکھایا گیا ہے۔ اس سفر کے دوران ناول میں سماج اور معاشرے کا جو پس منظر دکھایا گیا ہے زیر نظر مضمون ان معاشرتی مسائل سے بحث کرتا ہے۔

ناول میں معاشرتی مسائل کی عکاسی

ناول میں خارجی ماحول کا شعوری تذکرہ نہیں ملتا لیکن واضح ہے کہ کوئی فن پارہ اپنے عہد اور معاشرت سے الگ ہو کر تخلیق نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ناول "نگری نگری پھرا مسافر" میں معاشرت اور معاشرتی مسائل کی

جھلکیاں چیدہ چیدہ نظر آتی ہیں۔ زیر نظر باب میں اس ناول میں موجود سماجی اور معاشرتی پیچیدگیوں اور مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ "افگار" بن ماں باپ کی بچی ہے۔ آغاز میں ہی اس کی پرورش کے نجی مسئلہ کو کچھ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے:

> "افگار اپنے والدین کو اتنا عرصہ ہوا کھو چکی تھی کہ اسے ان کے متعلق کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا۔ وہ ابھی شادی اور ایک دوسرے کے عمر بھر کے ساتھ کی خوشی سے پوری طرح ہوش میں بھی نہیں آئے تھے کہ ہیضے کی لپیٹ میں آ گئے اور نو دس مہینوں کی افگار نانی کے حوالے کر دی گئی۔ لے دے کر یہی نانی تھی یا دو چچا، خالائیں، پھوپھیاں اپنے اپنے گھروں کی ہو چکی تھیں، ماموں کوئی تھا ہی نہیں۔ پانچ سال کی عمر میں نانی نے بھی اسے دنیا کے حوالے کر کے اپنا راستہ لیا اور افگار بے گھر ہو گئی۔"(10)

یوں آغاز سے ہی "افگار" کی زندگی دو محازوں پر برسر پیکار داخلی محاذ پر وہ اپنی ذاتی اور نفسی تقاضوں کو شکست دینے میں مصروف ہے اور خارجی محاذ پر ماحول اور معاشرے کے آگے سرنگوں ہونے کو تیار نہیں۔ اگرچہ اس سفر میں وہ کسی منزل پر نہیں پہنچ پاتی لیکن وہ حالات کا بہت مردانگی سے سامنا کرتی ہے۔ محرومیوں کی شکار ایک یتیم بچی جسے بار بار ایسے معاشرتی حالات پیش آتے ہیں جو اس کی شخصیت کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قدرت نے اسے زبردست حساس ذہن عطا کیا ہے۔

ناول "نگری نگری پھرا مسافر" میں نثار عزیز بٹ نے اپنے پسندیدہ کردار "افگار" کو موثر بنانے پر توجہ مرکوز رکھی۔ اس لیے معاشرتی عکس بندی اور منظر نگاری پر فنکارہ نے خاص توجہ دی۔ کہانی میں معاشرتی اور خارجی پہلوؤں اور ماحول کے منظر نامے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ "افگار" کی داخلی اور جذباتی دنیا اور اس کے غموں کی داستان کو موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ سفر نامہ کی طرز پر یہ ناول پاکستانی ماحول اور بدیسی ماحول یعنی یورپ اور لندن وغیرہ کے تناظر میں لکھا گیا۔ مصنفہ نے مشرق و مغرب کی معاشرتی طرز بود و باش کے جاندار مرقعے بیان کیے ہیں۔ دیسی و بدیسی معاشرتی ماحول کے سرسری اور نامکمل تذکرے ناول میں یوں ملتے ہیں:

"پھر کہیں دو پٹھان فرشتوں کی طرح سامنے سے آتے نظر پڑ جاتے سفید داڑھیاں، سفید کھلے کھلے کپڑے، لمبی لمبی آستینیں، بھاری بھاری شلواریں، انجان حلیم چہرے، اچانک افگار پر ہوم سک نسیں طاری ہو جاتی ہے جسے وہ پھر سے چھوٹی ہو گئی۔"(11)

اسی طرح ناول میں ایک اور جگہ پر لکھتی ہیں:

"گھر ویران اور اجاڑ سا سامنے پڑا رہتا، ٹپ ٹپ پانی بوند بوند کر کے برس رہا ہوتا اور دریا کا پانی دور سے گدلا دکھائی دیتا۔ بر آمدے میں چارپائیوں پر بستر جگہ جگہ گوڈروں کی طرح پھیلے ہوتے اور دردانہ دوسری طرف اپنے کمرے میں ہوتی۔ اس کے کمرے کا دروازہ اگلے لان کی طرف کھلتا تھا اور بر آمدے سے ایک گیلری گھر کے چاروں کمروں کو علیحدہ کرتی جن میں سے دو کمروں کا رخ دریا کی طرف تھا اور دو کمروں کا رخ باہر والے لان کی طرف۔"(12)

جغرافیائی طرز کی یہ معاشرتی تصاویر منظر ناموں کے ساتھ ساتھ کرداروں کی فکری روش کا رخ متعین کرتی ہیں۔ تاہم ناول ایک خاص معاشرتی طبقے کی عکاسی بھی ضرور کرتا ہے۔ بقول ڈاکٹر سلطانہ بخش:

"ناول نگری نگری پھرا مسافر میں معاشرے کے پڑھے لکھے طبقے کی لڑکیوں کی عکاسی کی گئی ہے جو مغربی مفکرین سے اس درجہ متاثر ہیں کہ خود بھی اس انداز سے سوچنے لگتی ہیں۔ اس طرح ان کا طرز عمل غیر متوازن اور انوکھا بن جاتا ہے۔ اس ناول کی فضا علمی ہے، مذہب اخلاق حتی کہ مابعد الطبیعاتی مسائل پر مباحث بھی ملتے ہیں۔ ناول کے کرداروں کی نفسیاتی الجھنوں کی عکاسی بہت اچھے انداز میں کی گئی ہے۔"(13)

بچے کی اچھی پرورش ہمارے معاشرتی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے۔ گھر کا ماحول وہ اہم ترین عنصر ہے جو بچے کی زندگی پر گہرا اثر مرتب کرتا ہے۔ ایک بچہ اپنی زندگی کے ابتدائی لمحات سے ہی اپنے والدین پر منحصر ہوتا

ہے جو اس کی ہر ایک ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ والدین بچوں کے پہلے معلمین ہوتے ہیں اور ان کے لیے رول ماڈل کا کردار ادا کرتے ہیں۔ زیادہ تر بچے خوش قسمت ہیں کہ جنہیں اپنے والدین کی محبت اور شفقت سے بھرپور مطلوبہ گھریلو ماحول ملتا ہے۔ مصنفہ نے اس معاشرتی مسئلے کی اہم تصاویر کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ درج ذیل اقتباس میں "افگار" کی نانی کی وفات کے بعد اس کی کفالت و پرورش کے مسئلے کو اسطرح بیان کیا ہے:

> "افگار کی پرورش اس کے رشتے داروں کے لیے ایک مشکل مسئلہ بن گیا۔ اگر ایک چچا ہوتا یا صرف ایک خالہ ہوتی یا ایک پھوپھی ہوتی تو وہ قہر درویش بر جان اس کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر برداشت کر لیتے لیکن یہاں تین خالاؤں اور دو چچاؤں کے درمیان افگار ایک طویل جھگڑے کی صورت اختیار کر گئی۔"(14)

چونکہ "افگار" کی سرپرستی کو کسی رشتہ دارے نے خوشدلی سے قبول نہیں کیا۔ یہاں ناول کا یہ کردار خانگی مسائل کو بالواسطہ بیان کر رہا ہے۔ اور اس طرح کے معاشرتی مسائل کسی ایک علاقے یا خطے کی نمائندگی نہیں کرتے بلکہ ایک جامع صورت حال کو سامنے لاتے ہیں۔ اگرچہ مصنفہ اپنے ناول میں اپنے تقدیر پرست فلسفہ سے منسلک ہیں پھر بھی ان معاشرتی مسائل اور ان کے حل کو دلائل اور ممکنات کے ساتھ دکھایا گیا ہے:

> "ماں کے رشتے دار کہتے کہ چونکہ افگار کے باپ کی جائیداد افگار کے چچاؤں کے لیے رہ گئی ہے، اس لیے بچی کو وہ سنبھالیں۔ آخر ایک دن کی بات تو نہیں کل کو بیاہ شادی کا خرچ کون کرے گا۔۔۔ چچا کہتے کہ گھر کا سامان، جہیز کے کپڑے اور زیور تو ان پیسوں (خالاؤں) نے بہن کے مرتے مرتے گھر سے نکال نکال اپنے گھر منتقل۔۔ اب لڑکی کو سنبھالیں۔"(15)

نثار عزیز بٹ کے ہاں ناول کے آغاز سے انجام تک ایک ارتقائی تسلسل ملتا ہے۔ فنی بالیدگی کے ساتھ مرحلہ وار معاشرتی ماحول بھی ناول کے مطالعہ کے دوران ارتقائی سفر طے کرتا ہوا کہانی کو انجام تک لے جانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح "نگری نگری پھرا مسافر" کی افگار کی پرورش کے مسئلہ کو بھی ارتقاء پذیر دکھایا:

"پچھلے ایک سال سے افگار اپنے چھوٹے چچا مراد خان کے پاس تھی، مراد خان کی بیوی اچانک پانچ سال کا ایک لڑکا چھوڑ کر مر گئی تھی۔ اپنے لڑکے کے بن ماں ہو جانے سے متاثر ہو کر یا بیوی کے اثر سے آزاد ہو کر مراد خان مستقل طور پر افگار کو اپنے پاس لے آیا تھا۔۔ افگار کے دوسرے چچاؤں اور خالاؤں نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔"(16)

نثار عزیز بٹ کے ناولوں کی بڑی خوبی کردار کی نفسیاتی کیفیات کے بیان کے ساتھ ساتھ معاشرتی حالات کی پیش کش بھی ہے۔ اس ناول میں زیادہ تر "افگار" کے کردار کو ارتقائی منازل سے گزارنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ناول کی روایتی طوالت کو قائم رکھنے کے لیے مختلف اور متنوع ضمنی کرداروں کی خاکہ نگاری اور نفسیاتی تشریح کی ہے اور پھر ان کرداروں کے ذریعے معاشرے کے اجتماعی کردار کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ لیکن ان کردار کو بیان کرنے میں بے وجہ کی رنگین بیانی کے لیے مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا بلکہ حالات کا تجزیہ حقیقت کے نزدیک رہ کر کیا گیا ہے۔ اس طرح مصنفہ نے معاشرتی مسائل کو مختلف انداز میں ابھارنے کی کوشش کی ہے:

"رشتے داروں نے اس کے ساتھ بد سلوکی نہیں کی، کبھی کبھار ایک دو تھپڑ یا چند کڑوی کسیلی باتیں تو اپنے بچوں کے حصے میں بھی آجاتی ہیں۔۔۔ لیکن محبت اور شفقت کا حق دار اسے کوئی نہ سمجھتا ہو خود ہی بستر سے اٹھتی۔۔ رات کو کسی نوکرانی کے بستر میں گھس کر کہانیاں سنتی۔"(17)

"افگار" ذہنی جنگ لڑتے لڑتے جسمانی طور پر ہار کر ٹی۔بی جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ لیکن ذہنی طور پر وہ بیماری میں بھی اس قدر مضبوط ہے کہ اپنے آدرش سے دستبردار نہیں ہوتی۔ انجام میں بھی ہو اپنے اس آدرش سے مضبوطی کے ساتھ بندھی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ ناول میں موجود دیگر کرداروں سے سماجی طور پر تو وابستہ ہے لیکن کسی طرح بھی ان کی انفرادی زندگیوں میں دخل انداز نہیں کرتی۔ دوسرے کردار اس کی شخصیت اور داخلی مزاج پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن "افگار" کا آہنی باطن کسی خارج سے متاثر نہیں ہوتا۔

"افگار" اپنے معاشرتی ماحول میں افسردگیوں اور دکھوں میں گھری نظر آتی ہے۔ سینی ٹوریم میں وہ مختلف

مریضوں سے ملتی ہے۔ موت سے مقابلہ کرتے کردار جہاں اس کے ترحم کے جذبات کو متاثر کرتے ہیں لیکن اس سے اسے اطمینان ہوتا ہے کہ دنیائے دکھ صرف اس کی ذات کے لیے ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے دکھی لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں۔ پھر اس کی آدرش سے وابستگی کی مضبوطی بھی اسے بیماری سے لڑنے کا حوصلہ دیتی ہے۔ ناول میں دکھایا گیا ہے ایک حساس شخص معاشرتی زندگی کے اتار چڑھاؤ اور المیوں کو محرک کے طور پر لیتا ہے اور اپنی شخصیت کی شکست وریخت میں پختگی حاصل کر لیتا ہے۔ عام آدمی کے بالمقابل وہ اپنی خارجی اور معاشرتی مشکلات کو باطنی کمزوری نہیں بننے دیتا ہے۔

ناول میں مصنفہ نے معاشرتی ماحول کی عکاسی اور منظر نگاری کے لیے خصوصی کاوش کی۔ کیونکہ ان کی توجہ اپنے پسندیدہ کردار "افگار" کو بنانے سنوارنے میں اور اس کی داستان غم کو موثر ترین بنانے اور اس کے ذریعے معاشرتی مسائل کو بیان کرنے میں صرف ہوئی ہے۔ اس لیے معاشرتی اور سماجی ماحول کی ان تمام حالات میں "افگار" جن نفسیاتی مسائل اور کیفیات سے گزرتی ہے۔ ان کو نوجوان لڑکیوں کے نفسیاتی مسائل کو معاشرتی مسائل کے ساتھ ملا کر اس طور پر بیان کیا گیا ہے:

> "اپنے گھر سے وحشت ہونے لگی۔ سکول میں وہ ہنسی کھلتی لیکن کبھی کبھی اس کی آنکھوں میں آنسو کوند پڑتے۔ صرف ایک لمحے کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھ پر انگوٹھی کے نگینے کی طرح۔"(18)

نثار عزیز بٹ نے اس ناول میں مغربی معاشرے سے پیدا ہونے والے معاشرتی مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔ "افگار" کا کردار نوجوان لڑکیوں کے خود ساختہ نفسیاتی مسائل کا سبب مغربی معاشرے سے متاثر ہونا ہے اور اس فلسفہ کو غیر تجرباتی طور پر حقیقت کی زندگی میں کرداروں پر یا اپنی ذات پر لاگو کرنے سے معاشرہ عدم توازن کا شکار ہوتا ہے۔ اس بات کی دلیل ناول کے درج ذیل اقتباس سے بخوبی آشکار ہے:

> "طلسم طویل ہو جائے تو ٹوٹ جاتا ہے لیکن تب نہیں جب سحر زدہ تیرہ سال کی ایک انتہا سے زیادہ جذباتی اور واقعات سے زیادہ اپنے خیالات میں جینے والی لڑکی ہو۔"(19)

مصنفہ نے انسانی زندگی کے تقریباً تمام مستقل معاشرتی شعبوں کو اس ناول میں بیان کیا ہے۔ زیر تحقیق ناول "نگری نگری پھرا مسافر" کا تعلق بھی مرکزی کردار کی عملی زندگی کے مختلف تجربات اور اس کے فکر و خیال کو بیان کرنا ہے۔ نفسیات کی مختلف صورتوں نوبہ نو حالات میں ارتقاء، اس کا خاص موضوع ہے لیکن ناول کا یہ کردار بذات خود مختلف معاشرتی مسائل کا شکار ہے۔ آغاز سے انجام تک وہ اپنے آدرش کے ساتھ اس قدر چمٹی رہی کہ دوسرے کردار جن میں اس کے رشتہ دار، سہلیاں اور خود اس کا محبوب "منصور" بھی شامل ہے۔ اس کے پرانے فلسفے سے سمجھوتا کر کے انسانی سطح پر معاشرتی تبدیلی یا ارتقا کی طرف مائل نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ منصور کی بدحالی اور بے چینی اس کو اپنے آدرش کے ساتھ زیادہ خود پسندی کے ساتھ باندھ دیتی ہے اور وہ اسے (منصور) کو قمر سے شادی کرنے پر آمادہ کرتی ہے:

> "اچانک منصور نے منت سے کہا تم چاہتی ہو۔۔۔ کہ میں قمر کے ساتھ انتہائی دنیاوی زندگی بسر کروں؟ تم چاہتی ہو۔۔۔ کہ اس سے برگشتہ ہو کر میں پھر جنگلوں میں بھٹکتا پھروں اور لوگ پیچھے روتے رہیں۔۔ ہمارے خیال میں ایک ہیں، ہماری منزل ایک ہے ، تم میرا ساتھ نہ دو گی۔۔ افگار کو اس لمحے اپنی ہستی بڑی اہم نظر آئی۔۔۔"(20)

اس جذباتی کشمکش میں "افگار" جبراً اپنے آدرش پر قائم رہی لیکن اس کے پیچھے بھی اس کی پیدائش سے لے کر جوانی تک کے اس کے تلخ و شیریں معاشرتی تجربات اور مشاہدات تھے وہ خاندان کی دھتکاری ہوئی یتیم بچی جب لڑکپن میں ترک دنیا اور پاکیزگی کا نام نہاد اور غیر معمولی چولا پہن لیتی ہے تو خاندان میں اہمیت حاصل کر لیتی ہے۔ مصنفہ اس معاشرتی مسئلے کی طرف اس طرح اشارہ کرتی ہے:

> "افگار نے گلے میں تسبیح پہن کر اسے قمیض تک سرکا دیا۔۔ رنگین کپڑے ایک دم کہیں غائب ہو گئے اور ان کی جگہ کھڈی کے کھدر کے سفید سوٹوں نے لے لی۔ آئینہ لے کر اس کی زندگی سے بالکل نکل گیا۔ کبھی کبھار کھڑکی میں سے اسے کوئی جوگی نظر آجاتا۔۔ انہی دنوں میں حالات کی ایک غیر متوقع اور عجیب و غریب قلابازی سے وہ

گھر کی بے ضرورت لڑکی سے گھر کا سب سے اہم فرد بن گئی۔ جانے کس طرح دردانہ جس نے ہمیشہ اس سے سرسری التفات برتا اس کی اس حد تک گرویدہ ہو گئی کہ اس کے بغیر سانس تک نہ لیا جاتا تھا۔ گھر میں اچانک اسے آمرانہ حیثیت حاصل ہو گئی۔ اور اس نے افگار میں چپکے چپکے خود اعتمادی پیدا کر دی۔"(21)

معاشرے میں رہنا اور دوسروں کی نظر میں اہمیت حاصل کرنا ہر انسان کی دلی خواہش ہوتی ہے۔ مصنفہ نے انسان کی اس خواہش کو معاشرتی مسائل سے ہم آہنگ کر کے اس کو "افگار" کی زندگی سے جوڑ دیتی ہیں۔ گھر اور معاشرے میں اہمیت حاصل ہو جانے کے اس قیمتی احساس کو "افگار" کسی سطح پر کھونا نہیں چاہتی تھی اس لیے اس نے اسے ارد گرد اس مصنوعی حصار کو مضبوط تر کر لیا لیکن اس کے اس غیر فطری رویہ کے معاشرتی محرک کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا:

"لیکن گھریلو بندھنوں سے اس کی بغاوت سطحی نہیں تھی وہ تین سال میں اس بغاوت کی جڑیں بہت گہری جا چکی تھیں۔ یہ بھی قدرت کا عجیب مذاق تھا کہ جس شخص کو اپنی پہنچ سے باہر دیکھ کر وہ اپنے آپ کو محبت اور زندگی کی عام راہوں سے اتنی دور لے گئی تھی۔ وہی اس کی واپسی کا خواہاں تھا۔"(22)

اس تمام جذباتی کشمکش کے نتائج "افگار" کی بیماری ٹی۔بی کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ اور یوں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر مضبوط نظر آنے والا یہ نمائندہ آدرشی کردار باطن میں کس شکست و ریخت کا شکار رہا۔ ناول "نگری نگری پھرا مسافر" خواتین کے خصوصاً نوجوان خواتین کے نفسیاتی و معاشرتی مسائل کی عکاسی کرتا ہے۔ لیکن مصنفہ نے ان موضوعات کو ادبی شان اور تکنیک کی انفرادیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یکسانیت اور نوجوان لڑکیوں کی ذہنی و معاشرتی الجھنوں کو منظر نگاری کی جزیات کے ساتھ وابستہ کر کے بیان کرنے کا ایک دلفریب انداز ملاحظہ کریں:

"تنہا دنوں میں دریا بھی بدلا گدلا دکھائی دیتا۔ درخت سہمے سہمے، سر جھکائے، بازو لٹکائے، کوے بیزار سے کائیں کائیں کرنے میں مصروف، سکول سے آ کر وقت اس

> چیونٹی کا طرح رینگنے لگتا ہے، افگار برآمدے میں بیٹھ کر پھولوں کی زرد مرجھائی بیلوں پر چڑھتے دیکھتی رہتی۔ چیونٹی لٹکتی رہتی، درختوں کے جھنڈ میں سے پرے کونے سے جھانکتی ہوئی سڑک دھول میں اٹی رینگتی رہتی اور سامنے دریا ایک بڑے خاکی ناگ کی طرح آہستہ آہستہ رینگتا رہتا۔"(23)

برصغیر پاک و ہند کے سیاسی و سماجی حالات نے اقدار کو نقصان پہنچانا۔ اقدار کی اہمیت کم ہو جانے سے معاشرہ خارجی اور باطنی دونوں سطحوں پر توڑ پھوڑ کا شکار ہوا۔ انگریزی اقتدار کے ساتھ مغربی افکار کا سیلاب جو برصغیر کے باشندوں کے فکر طرز احساس اور طرز عمل کو تیزی سے تبدیل کرنے لگا۔ اس سے شعر و ادب کی دنیا میں بھی تیزی سے تبدیلیاں آئیں۔ نثار عزیز بٹ نے جب ہوش سنبھالا تو مملکت نو سیاسی انتشار اور سماجی و معاشرتی مسائل کا شکار تھی۔ نثار عزیز بٹ نے جب لکھنا شروع کیا تو سماجی و معاشرتی حقائق سے تاثر حاصل کر کے اپنے ذہنی عمل سے اپنی شخصیت کا رنگ بھر کر اپنی تحریروں کی صورت میں پیش کیا اور معاشرتی ماحول کی عکاسی کے ساتھ ساتھ اصلاح سماج کا کام بھی کسی حد تک لیا۔ ایک خاتون ہونے کی حیثیت سے انہوں نے "نگری نگری پھرا مسافر" میں خواتین کے معاشرتی مسائل کی نشاندہی کی ہے لیکن اردگرد کے سماج اور سماجی کرداروں کے مسائل کو بھی انہوں نے اپنے انوکھے انداز سے بیان کیا ہے۔ خاص طور پر افگار جب سینی ٹوریم میں بیماری سے نبرد آزما ہے تو اس کے اردگرد ایسے کردار موجود ہیں جو سماج کی مختلف جہات کی نشاندہی کرتے ہیں:

> "اکثر مریض ایسے تھے جنہیں بستروں سے اٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ یہ سیزن کا آغاز تھا اس لیے وارڈ کے تقریباً سبھی مریض ابھی ابھی آئے تھے اور "بیڑیشنٹ" تھے۔ نوکرانیاں ہی اس کی خبر لینے آسکتی تھیں۔ وہ اس کے پاس آکر اتنے پر درد لہجے میں تسلی دیتیں کہ اس پر ہوم سکنس کا دورہ پڑ جاتا۔ ہر عورت کے چہرے پر اسے درد، دور افتادگی اور قید کے اثرات نظر آتے۔"(24)

سینی ٹوریم میں ڈاکٹر کے بعد اس کی ملاقات اجیارا سے ہوئی جس سے افگار کے ابتدائی مکالمہ کے بعد ہمیں

معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی یہاں مریضہ ہے:

"یہاں آپ کا دل لگا: اس نے تکیے اونچے کر کے کہا۔ اجیارا کے چہرے پر ملال جھلکا، نہیں، ابھی تو نہیں کچھ طبیعت سنبھلنے لگی تھی آج آپ کو دیکھ کر پھر جی اداس ہو گیا۔"(25)

ناول کے سینی ٹوریم والے حصے میں نثار عزیز بٹ نے بیماری یا تکلیف میں ڈاکٹروں کی نفسیات اور اس کے معاشرتی رویے کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ڈاکٹر پیشہ لوگ ایسے ہو جاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو بیماری یا تکلیف دیکھتے تو ہیں لیکن ان کے دکھ درد کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔ نثار عزیز بٹ نے ناول کا کچھ حصہ بیماری کے دوران جب وہ ہسپتال میں داخل تھیں اور کچھ اس کے بعد لکھا ہے۔ناول کے مندرجات اور واقعات بہت کچھ مصنفہ کے تجربات اور مشاہدات کا حصہ ہیں لیکن ہسپتال کی فضا میں یہ سماج کے لیے ایک آئیڈیل معاشرتی ماحول بھی تراشتا رہا ہے۔اس لیے ناول کے بہت سے حصے "ایسا ہونا چاہے" یا "ایسا ہو تو کتنا اچھے ہو" کے مترادف مصنفہ کی تمناؤں کا مرکز بھی ہے:

"انہی دنوں نرس نے اسے بتایا کہ جنرل وارڈ میں ایک مریضہ قریب الموت ہے ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج قرار دیا ہے اور اس کے مرنے کا انتظار سارے وارڈ پر طاری ہے۔ افگار دنگ رہ گئی۔۔ اس نے ڈاکٹر زبیر سے پوچھا، سچ ڈاکٹر۔ زرینہ ختم ہے؟۔۔ ڈاکٹر زبیر نے اپنے مخصوص انداز میں شانے جھٹکے اور بڑے خوشگوار لہجے میں انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا بالکل ختم! اس کے پھیپھڑے چھلنی ہو گئے ہیں زیادہ سے زیادہ دس دن اور۔۔"(26)

"افگار" ڈاکٹر زبیر کے اس بے نیاز رویے پر اس سے الجھ جاتی ہے۔ لیکن ڈاکٹر زبیری اس رویے کو اپنے پیشے کا تقاضا بتاتے ہوئے سمجھایا کہ زندگی اور موت کے اس کھیل کو دیکھ دیکھ کر ان کے جذبات مردہ ہو چکے ہیں۔

افگار کا کردار ایک پڑھی لکھی اور مطالعہ کی عادی قسم کی لڑکی کا ہے اور ناول پڑھتے ہوئے بار بار اس کی

ذہانت اور عظمت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ جب وہ سینی ٹوریم میں زندگی اور موت اور انسانی جذبات پر فلسفیانہ گفتگو کرتی ہے اور جب وہ عالمی ادب کے حوالے دیتی ہے تو قاری اس کی علمیت اور فلسفے کے ساتھ ساتھ اس کی معاشرتی مسائل پر نظر سے بھی متاثر ہو کر کئی مقامات پر اس کا ہم خیال بھی ہو جاتا ہے۔ اس طرح مصنفہ کا مقصد تحریر بھی حاصل ہو جاتا ہے اور معاشرتی مسائل کو بھی بیان کر دیتی ہیں۔ دیگر کردار جو ستاروں کی مانند اس آفتاب سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ "افگار" کے بغیر ان کرداروں کی کوئی اہمیت بھی باقی نہیں رہ جاتی۔ یہ کردار بنیادی طور پر مرکزی کردار کا حصہ معلوم نہیں ہوتے بلکہ اس کی آرائش کو نمایاں کرنے کے طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

> "اس نے جین ائیر کے ساتھ ایک مایوس محبت کو سینچا۔ اس نے جارج ایلیٹ کی تمام مذہبی اور حد درجہ شریف مزاج ہیروئنوں کے ساتھ لامحدود کی محبت میں موسلا دھار آنسو بہائے تھے اور نوٹرے دام کے کپڑے کے ساتھ زندگی کی بے رحمیوں پر گھنٹوں سسکیاں میں تھی۔۔ اس نے کئی مرتبہ کتابوں کی دنیا میں شدید محبت کے بعد اپنے محبوب کو اپنے ہاتھ سے جانے دیا اور کتاب بند کر کے دیوانہ وار روئی تھی۔۔ اس نے گاروردی کی فلرودی کی فلر کے ساتھ جان فور سائیتھ کی جل پریوں جیسی بیوی کے لیے شدت کا حسد محسوس کیا تھا۔"(27)

"افگار" کے داخل کی تلاش اور کھوج کسک سے عبارت ہے۔ جارج میں افسردگی کا ماحول ہے اور سینی ٹوریم اس دکھ اور غم کا ایک بڑا مرکز ہے۔ نثار عزیز بٹ نے زندگی کی مکمل پس منظر میں آدرش کی تلاش آدرش کی اسیری اور اس اسیری سے رہائی تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ حسن و عشق، بے وفائی، وفا، سماج و سماجی مسائل ادیب کے گردوپیش کا لازمہ ہے اور کوئی ادیب ایسا ادب تخلیق ہی نہیں کر سکتا جس کا تعلق سماج سے بالواسطہ یا بلاواسطہ نہ ہو حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا ادب کہیں نظر ہی نہیں آتا کیونکہ بقول ڈی بونالڈ:

> "ادب سماج کا اظہار ہے۔"(28)

الغرض کوئی بھی ادب معاشرے سے ماوراہو کر ادب کی تخلیق نہیں کر سکتا۔ ادب کی ہر صنف کی مقبولیت

کی بنیاد معاشرے کی ضرورت اور خواہش پر ہی ہوتی ہے۔ نثار عزیز بٹ کے ناول کی مقبولیت کے پس منظر پر یہی اصول کار فرما ہے۔ "افگار" کے کردار کے ذریعے مصنفہ نے معاشرے کے جبر کو ذاتی اور نفسی جبر میں تبدیل کر کے معاشرتی من چاہی تصویر بنا کر پیش کیا ہے:

> "ایسی باتیں میری زندگی میں نہیں آسکتیں، افگار نے مایوس ہو کر سوچا میں اپنے ضبط کے قلعے میں خود محصور ہوں۔"(29)

نثار عزیز بٹ کے تقریباً تمام ناولوں کا کینوس عام سطح سے وسیع اور بلند تر ہے۔ ان کے ناولوں کے عورت کردار بھی روایتی کردار نہیں بلکہ کہیں معاشرتی استحصال کا شکار ہیں اور کہیں معاشرے کی فرسودہ روایات سے بغاوت کرتے نظر آتے ہیں۔ علم و حکمت پر عبور رکھتے اور زندگی کے تجربات پر فلسفیانہ رائے کا بے دریغ اظہار کرتے ہیں۔ وہ معاشرے کے ایک مفید اور اہم فرد کے طور پر سامنے آتی ہیں اور اپنے فیصلے اعتماد کے ساتھ خود لیتی ہیں۔ ان کے یہ کردار انہیں بھی صنف نازک بن کر رعایت حاصل کرنے کی ترغیب نہیں دلاتے بلکہ حالات کا مردانہ وار سامنا کرتی اور اپنی زندگی کے اصول خود وضع کرتی ہے۔ جیسا کہ "افگار" ابتدائے ناول سے ہی اپنی کاپی پر مضمون سنہری اقوال قلمبند کرتی ہے:

> "جہنم کیا ہے"
>
> 1۔ کسی سے بدلہ لینے اور برائی کرنے کے منصوبے باندھتے رہنا۔۔
>
> 2۔ اپنی برائی سن کر سیخ پا ہو جانا۔
>
> 3۔ مدعی، مدعا علیہ یا گواہ کی حیثیت سے عدالت میں جانا۔ (بڑے چچا شریف پور میں واقع ایک دفعہ گواہی دینے عدالت میں گئے تھے)
>
> 4۔ مقروض ہونا اور پھر اوچھے شخص کا۔۔۔۔۔
>
> 11۔ نوجوان لڑکی کا جہنم اس دن شروع ہوا جب اس کے دل میں زرق برق کپڑے

> پہن کر خود نمائی کا شوق پیدا ہو۔۔ دوپٹہ نیچے کھسکا۔ آنکھ اوپر کو اٹھی، چھاتی تن گئی، بیباکی کے کٹار سے ملال ہو کر اور بانکپن کی سیخ پر کباب ہو کر آدھی والدین کے دستر خوان پر چن دی گئی اور آدھی کسی مغرب زدہ نوجوان کو پیش کر دی گئی۔۔"(30)

نثار عزیز بٹ نے اپنے ناول "نگری نگری پھرا مسافر" میں زیر سطح معاشرتی خرابیوں کے خلاف آواز بلند کی اور دوسری طرف زندگی کے سفر میں علم و فلسفے کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ جب ناول کی مرکزی کردار "افگار" ایک فطری اور پر سکون زندگی کی طرف گامزن ہونے کی بجائے خود ساختہ جبر اور آدرش کے مصنوعی خول سے اپنی زندگی کو بے کیف کرتی ہے تو اس کے کردار کی مضبوطی بھی معاشرے میں مثال بن جاتی ہے۔ وہ مشکل حالات میں بیماری اور نقاہت کے باوجود اپنی زندگی کے عظیم مقاصد کو بتدریج حاصل کرتی ہے۔ یہ مثالی کردار معاشرتی حالات سے مقابلہ کرنے کا درس دیتا ہے۔ ہر اچھی بری بات کی تقلید یا تائید کرنے کی بجائے اپنے شعور کی آنکھ کھلی رکھ کر اپنے فیصلوں پر قادر رہنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

مذہب سے وابستہ معاشرتی اصطلاحات کا استعمال

تقریباً تمام کہانیاں لکھنے والے ادیب چاہے وہ افسانہ نگار ہوں یا ناول نگار ہوں، انہوں نے اپنے فن پاروں میں مذہبی نظریات و اصطلاحات کا استعمال کیا ہے۔ کہانی کار ایک الوہی اور ان دیکھی دنیا قارئین کو دکھانا چاہتا ہے لیکن وہ اس دنیا کی تکمیل اپنی آنکھوں دیکھی دنیا کی جزیات سے ہی کرتا ہے۔ مذہب اور عقیدہ انسانی زندگی کے ساتھ مضبوطی سے وابستہ ہے۔ نثار عزیز بٹ نے اپنے ناولوں میں تبلیغ کے لیے واعظانہ انداز استعمال نہیں کیا نہ ہی اپنے فن کو کسی نظریہ کی دکان بنا کر فن کی لطافت کو متاثر کیا ہے۔ انہوں نے بہت سادگی اور خلوص سے جو کچھ محسوس کیا اور جو ان کے باطن میں موجود تھا سچائی کے ساتھ بیان کر دیا۔

"نگری نگری پھرا مسافر" کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو اس ناول میں نثار عزیز بٹ نے خصوصیت کے ساتھ ہندو مذہب کے ماحول اور اصطلاحات کو افگار کی تخیلاتی اور وجودی دنیا کا اہم حصہ بنا کر دکھایا ہے۔

"منصور بالکل اسی دیوتا کی طرح آیا جس کا تصور افگار شگوفوں سے لدی ہوئی ٹہنیوں کے نیچے کھڑی ہو کر کیا کرتی تھی۔ آسمان پر تارے پوجا کی تھالی میں جھلملاتی ہوئی شمعوں کی طرح چمک رہے تھے۔۔ تھوڑی دیر کے لیے سب پر وہی اثر ہوا جو اچانک کسی آسمانی مخلوق کے نیچے اترنے سے انسان پر ہوتا ہے۔ ہلکے اندھیرے میں سفید لباس میں ملبوس خاموش اور خوبصورت یہ عجیب لڑکا واقعی ہندوؤں کا روایتی دیوتا معلوم ہو رہا تھا۔"(31)

ناول میں "افگار" کی محبت کے لیے پرستش اور پوجا جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ نثار عزیز بٹ خطے کے مذہبی عقائد سے بخوبی واقف تھیں۔ ان کے قارئین میں مختلف عقائد کے لوگ شامل تھے۔ مذہب اسلام میں معبود کے لیے شراکت کے تصور کے بارے میں ذرہ برابر لچک نہیں۔ لیکن ہندو مذہب میں دیوی دیوتاؤں کی کثرت اور محبوب کو دیوتا بنا لینے کی لچک کی بنیاد پر انہوں نے ہندو عقائد کو بے دھڑک ہو کر ناول کا حصہ بنایا ہے اور اس طرح وہ ہندو عقیدہ سے وابستہ قارئین کے قریب تر ہو جاتی ہیں:

"افگار کی محبت میں پرستش کا مادہ بہت غالب تھا۔ کبھی کبھی اس کا جی چاہتا۔ سنگھاسن پر منصور آنکھیں بند کر کے بیٹھا رہے اور وہ ہاتھ میں پوجا کی تھالی لیے والہانہ آرتی کا رقص کرے۔"(32)

عالمگیر سماج ہر لحظہ تبدیلی و تغیر کا عمل ہوتا رہتا ہے۔ معاشرہ یا معاشرے کے چند طبقات انسانی مساوات سماجی انصاف اور اشتراکیت کی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔ اسی راستے پر معاشرے کی تربیت مذہبی رواداری اور اقدار کے انتقال و انجذاب کی شکل میں ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پر ادباء اور مصنفین بھی اپنے عہد اور ماحول کے عکاس ہوتے ہیں۔ ان مصنفین میں نثار عزیز بٹ کا نام بھی روشن دلیلوں کے ساتھ شامل ہے۔ لیکن انہوں نے اپنے ادبی رنگ کو قائم رکھتے ہوئے اس سماجی تربیت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ہندو اقدار کے انجذاب کی باوقار مثالیں "نگری نگری پھرا مسافر" کا حصہ ہیں جن میں ادبی رنگینیوں کو محسوس کیا جا سکتا ہے:

جلد04، شمارہ01، جون2023

"آنکھیں بند کر کے وہ سوچتی کہ اب وہ بھی اپنی زندگی بھگوان کے پریم میں گزار دے گی اور یہ پریم ان کو انمٹ بندھن میں باندھ دے گا۔ اپنی اپنی زندگیوں کے اختتام کے دو خوبصورت منظر ایسی صوررت میں اکثر اسے نظر آیا کرتے۔ منصور کسی پہاڑی گچھا میں بیٹھا ہے۔ اس کی آنکھوں میں رس ہے۔ اس کی پیشانی پر عظمت ہے۔ ہرنیاں، دیوداسیوں کی طرح اس کے گرداگرد رقص کر رہی ہیں۔"(33)

ہندو مذہب سے وابستہ یہ اصطلاحات ناول میں کچھ دیر کے لیے ہندو کے معاشرتی ماحول کی تشکیل کرتا ہے۔ ناول کے کچھ حصوں خصوصاً "افگار" کے ساتھ منصور کی وابستگی والے حصے میں خصوصی طور پر ان ہندو الفاظ اور ہندو عقیدت کی تشبیہات و استعارات کا ذکر زیادہ کثرت سے ملتا ہے۔ جیسا کہ منصور کے الفاظ:

"بڑا سی کے جنگلوں میں پھرتے پھراتے ایک دن میں ایک مہارشی کے پاس جانکلا۔۔ مون برت رکھے ہوئے مجھے دس مہینے ہو چلے تھے میرا مقصد پورا نہیں ہوا تھا۔۔۔ اس مہارتی کے چہرے پر ایسا جلال تھا کہ میرے لد سے سب غم دھل گیا۔"(34)

ناول کی بنیادی خصوصیت ہے کہ ناول اپنے عہد کے معاشرتی حالات کا عکاس بھی ہوتا ہے اور اس کا نقاد بھی اور اسی میں ناول نگار کا نظریہ حیات بھی منعکس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے نثار عزیز بٹ کا یہ ناول سماج کی عکاسی اور تنقید دنوں فرائض انجام دیتا ہے۔ منصور کے اس ہندوآنہ رنگ ڈھنگ کی وجہ سے اس کے گھر والوں کی طرف سے جو رد عمل سامنے آتا ہے۔ وہ ناول کی کہانی میں دلچسپی اور دلکشی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ بالواسطہ معاشرتی تنقید کا کام بھی کرتا ہے۔ نثار عزیز بٹ نے اس ناول میں معاشرتی ماحول کی تصویر کشی حقیقت کے قریب رہتے ہوئے تمام خوبیوں اور خامیوں سمیت کی ہے۔

جلد04، شمارہ01، جون2023

حوالہ جات

1۔ انتظار حسین، نثار عزیز بٹ(A Profile in her own write) دی ریویو، پشاور:18-24فروری1999ء
2۔ مصنفہ کے بھیجے گئے مختصر سوانحی خاکے یا(Biodata) کے مطابق
3۔ ایضاً
4۔ نورالحسن جعفری، کچھ تذکرہ نثار کا، جعفری نمبر1 جلد68، ش12، قومی زبان کراچی، دسمبر1996ء، ص166
5۔ ایضاً
6۔ سر تاج عزیز کی راقم سے گفتگو بمقام اسلام آباد، اگست2022ء
7۔ نثار عزیز بٹ، پیش لفظ، نگری نگری پھرا مسافر، لاہور: مکتبہ اردو، 1986ء، ص10
8۔ ایضاً، ص4
9۔ ایضاً، ص10
10۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص18
11۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص2
12۔ ایضاً، ص19
13۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص11
14۔ سلطانہ بخش، ڈاکٹر، پاکستانی اہل قلم خواتین، اسلام آباد: اکادمی ادبیات، 2003ء، ص252
15۔ ایضاً
16۔ نثار عزیز، بٹ، گلی گلی پھرا مسافر، ص12
17۔ ایضاً، ص11
19۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص19
20۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص25
21۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص34
22۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص48
23۔ ایضاً، ص50
24۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص68
25۔ ایضاً، ص55
26۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص71
27۔ ایضاً، ص74
28۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص85
29۔ Rane Wallek and Warren Austin, Theory of Literature, P. 95
30۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص78

31۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص5

32۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص25

33۔ نثار عزیز، بٹ، نگری نگری پھرا مسافر، ص26

34۔ ایضاً، ص27

35۔ ایضاً، ص49

1. Intazar Hussain, Nisar Aziz Butt,the riew, Pishawar, 18-24 Febrary 1999
2. Writer ky bhejy mukhtasar swani khaka ky mutabaq.
3. Ibid
4. Nor.ul.Hasan Jaffri, kuch Tazkarha Nisar ka, Jafrri no 1 ,vol 68, No 12, Qumi Zuban , Karachi, Desember 1996, P 166
5. Ibid
6. Sirtaj Aziz ki Raqam sy guftgu, bmqam Islamabad, August 2022
7. Nisar Aziz Butt , pashlafaz, Nagri Nagri Pher Musafar,Lahore, maktba, urdu, 1986,p 10
8. Ibid
9. Ibid P 10
10. Ibid P 18
11. Ibid P 2
12. Ibid P 19
13. Ibid P 11
14. Sultana Bakhash ,Dr , Pakistani ahel e Qalm Khwateem, Islamabad: Ikadami adbiat, 2003, P 252
15. Ibid
16. Nisar Aziz Butt, Ibid P 12
17. Ibid P 14
18. Ibid P 16
19. Ibid P 19
20. Ibid P 25
21. Ibid P 34
22. Ibid P 48

23. Ibid P 50
24. Ibid P 68
25. Ibid P 55
26. Ibid P 71
27. Ibid P 74
28. Ibid P 85
29. Rane Wallek and Warren Austin, Rheory of Literature, P 95
30. Nisar Aziz Butt, Nagri Nagri Phera Musafar, Ibid P 78
31. Ibid P 5
32. Ibid P